بسم اللہ الرحمن الرحیم

عید کا چاند خوشی کے ساتھ اختلاف کا سبب کیوں؟

انظر الاسلام بن شبیر احمد قاسمی

ناظم تعلیمات جامعہ تحفیظ القرآن الکریم بیلداری بتیا!

6205495430 / 9162462326

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عید کا چاند خوشی کے ساتھ اختلاف کا سبب کیوں؟

از قلم: انظر الاسلام بن شبیر احمد قاسمی: ناظم تعلیمات جامعہ تحفیظ القرآن الکریم بیلداری بتیا!

عید کی دستک ہے، رمضان المبارک رخصت ہورہا ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان اب عید کی تیاری میں جٹے ہوئے ہیں، تراویح اپنے آخری پڑاو میں ہے، مگر اس وقت سب سے اہم سوال ہوتا ہے کہ آخر عید کب ہوگی؟ یعنی عید کا چاند کب ہوگا؟ انتیس کا چاند ہوگا یا تیس کا؟ عید کے چاند کی جتنی بے چینی ہوتی ہے اتنی ہی بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ پوری اسلامی دنیا ایک ہی دن عید منائے!

ہر سال رمضان اور عید کے موقع پر یہ افسوسناک صورتحال دیکھنے کو ملتی ہے کہ چاند دیکھنے کے مسئلے پر ہمارے درمیان اختلافات رونما ہوجاتے ہیں۔ بسا اوقات یہ اختلافات اتنے شدید ہوتے ہیں کہ ایک ہی شہر کے اندر مسلمان دو گروہوں میں بٹ جاتے ہیں۔ ایک کی آج عید ہوتی ہے تو دوسرا گروہ کل عید مناتا ہے۔

کیا مسلمانوں کا ہر سال اس طرح اختلاف کرنا قابل مواخذہ نہیں ہے؟

کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ مسلم ماہرین فلکیات کی خدمت اور مشوروں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چاند نکلنے کی تاریخ کے دن کو طے کرلیا جائے۔ آج سائنس ٹیکنالوجی اس قدر ترقی یافتہ ہوچکی ہے کہ انسان کے قدم نہ صرف یہ کہ چاند تک پہنچ چکے ہیں بلکہ اسی ٹیکنالوجی کی مدد سے کسی بھی شہر اور علاقہ کے بارے میں پورے یقین کے ساتھ جانا جاسکتا ہے کہ اس شہر میں چاند کس دن اور کس گھنٹے اور کس منٹ میں نظر آئے گا۔ علم فلکیات کی مدد سے چاند نکلنے کے مسئلہ کو بہت آسانی کے ساتھ حل کیا جاسکتا ہے اور اس طرح ہم ہر سال رونما ہونے والے اختلافات سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

مذہبی دلائل اور بحث!

مختلف صحیح احادیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان اور عید کی آمد کو تین طریقوں سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ ان طریقوں کے بیان سے قبل اس سلسلے میں پائی جانے والی چند احادیث کو پیش کرتا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا!

صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ: فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ" (بخاری و مسلم)

چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور اسے دیکھ کر رمضان ختم کرو۔ اگر (بادل کی وجہ سے) چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے پورے تیس دن مکمل کرلو (شعبان کو تیس دنوں کا تسلیم کرکے رمضان کی شروعات کی جائے)‘‘ اس صحیح احادیث سے معلوم ہوا کہ رمضان اور عید کی آمد کو مندرجہ ذیل تین طریقوں سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک چاند دیکھنے کا مسئلہ ہے اس سلسلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ اس معاملے میں دو اور اس سے زائد لوگوں کی گواہی ضروری ہے یا ایک آدمی کی گواہی کافی ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک ایک شخص کی گواہی کافی ہے۔ بعض کم از کم دو شخص کی گواہی کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ حنفی مسلک یہ ہے کہ اگر مطلع صاف ہے تو ایک دو آدمی کی گواہی کافی نہیں ہے بلکہ بہت سارے لوگوں کی گواہی ضروری ہے کیونکہ مطلع صاف ہونے کی صورت میں ایسا نہیں ہوسکتا ہے کہ صرف ایک دو آدمی ہی چاند دیکھ سکیں اور باقی نہ دیکھ سکیں۔ ہاں اگر مطلع ابر آلود ہے تو ایک دو آدمی کی گواہی کافی ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مطلع صاف ہو یا ابر آلود اگر شعبان کی انتیس تاریخ کو کسی نے بھی چاند نہ دیکھا تو ایسی صورت میں شعبان کے تیس دن مکمل

کر کے رمضان کا آغاز ہوگا۔ ایسی صورت میں ضروری ہے کہ ہم شعبان کی ابتدا اور اس کی تاریخوں کا بھی حساب رکھیں کیونکہ جب تک ہمیں یہ نہیں معلوم ہوگا کہ آج شعبان کی 28 تاریخ ہے یا ستائیس، اس وقت تک 29 یا تیس تاریخ کا تعین کیسے ہو سکتا ہے۔ اس بنا پر ضروری ہے کہ امت مسلمہ کے ذمے دار حضرات تمام قمری مہینوں کے حساب و کتاب کا اہتمام کریں کیونکہ ہر مہینہ دوسرے مہینے سے جڑا ہوا ہے۔

چاند کے اثبات کا تیسرا طریقہ حدیث میں یوں بیان ہوا ہے "فَاقْدُرُوا لَهُ" احناف اور جمہور علماء وفقہاء اس جملہ کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں کہ مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں چاند کو تیس دن کا تصور کر لیا جائے گا اور شعبان کے تیس دن مکمل ہونے کے بعد رمضان کی شروعات ہوگی۔ لیکن امام ابوالعباس بن سریج جو ایک زبردست شافعی فقیہ وعالم ہیں، اس سے مختلف رائے رکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ:

"فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ"

شعبان کے پورے تیس دن مکمل کرلو!

اس حکم کے مخاطب عوام الناس ہیں جب کہ کے مخاطب کچھ خاص لوگ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو فلکیات کے اعداد وشمار کا علم رکھتے ہیں اور ان اعداد وشمار کی بنا پر وہ چاند کے طلوع ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کچھ یقینی بات کہہ سکتے ہیں۔ ورنہ ایک عام آدمی جسے فلکیات کا علم نہیں ہے چاند کے طلوع ہونے کا اندازہ کیسے لگا سکتا ہے۔ گویا "فَاقْدُرُوا لَهُ" کا مفہوم ان کے نزدیک یہ ہے کہ اعداد وشمار اور حساب کے ذریعے چاند کے طلوع ہونے کا اندازہ اور تخمینہ لگاؤ۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اور حنبلی مسلک کے علماء کہتے ہیں کہ اعداد وشمار اور حساب کے ذریعے چاند کے طلوع ہونے کا اندازہ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ" (بخاری، مسلم)

ہم ایسی اُمت ہیں جو ناخواندہ ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب لگانا جانتے ہیں۔''

حضور ﷺ نے یہ بات چاند کے طلوع کا حساب لگانے کے سلسلے میں فرمائی تھی کہ ہم تو اَن پڑھ لوگ ہیں چاند کے طلوع کا حساب کتاب لگانا کہاں آتا ہے۔ اس بنا پر حنبلی رحمۃ اللہ علیہ مسلک کے ماننے والے کہتے ہیں کہ اگر ہم مسلمانوں کو اس بات کا مکلف کر دیا جائے کہ ہم اعداد وشمار کے ذریعے چاند کے طلوع ہونے کا اندازہ لگائیں تو یہ بڑی پریشان کن بات ہوگی۔ کیونکہ فلکیات کے اعداد وشمار سے واقف کار حضرات مسلمانوں میں شاذ ونادر ہی پائے جاتے ہیں اور وہ بھی صرف بڑے بڑے شہروں میں۔

بات پیغمبر اسلام کے پیغام کی!

اس حدیث سے یہ مفہوم اخذ کرنا کہ اعداد وشمار کے ذریعے چاند کے طلوع کا اندازہ لگانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، غلط ہے۔ اس حدیث میں فقط اتنی بات ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے کے مسلمانوں کی حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اُمت اَن پڑھ ہے۔ یہ حساب کتاب اور اعداد وشمار سے ناواقف ہے۔

اس لیے اس اُمت سے کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ چاند کے طلوع ہونے کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگا سکتی ہے اس حدیث میں حساب لگانے اور اعداد وشمار کرنے سے منع کیا گیا ہے اور نہ اس بات کی ترغیب دی گئی ہے۔ کہ ہم اَن پڑھ اُمت ہیں اور ہمیشہ اَن پڑھ رہیں۔ چنانچہ اس اُمت میں جہالت اور ناخواندگی کے خلاف آواز اُٹھانے والے سب سے پہلے شخص نبی کریم ﷺ ہی تھے۔ اور اسی اسلامی تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ جلد ہی مسلمانوں میں تعلیم عام ہوگئی۔ وقت کے جید علماء پیدا ہوئے اور وہ دور بھی آیا جب مسلمانوں میں سائنس داں، علماء ومشائخ اور ہر علم کے ماہرین کی اچھی خاصی تعداد پائی جانے

لگی۔ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ فلکیات کا علم صرف شاذونادر ہی لوگ رکھتے ہیں اور وہ بھی صرف بڑے شہروں میں۔ یہ بات پرانے زمانے میں تو صحیح ہوسکتی تھی لیکن آج کے اس ترقی یافتہ دور میں صحیح نہیں کیونکہ اب علم فلکیات دنیا کی تمام یونیورسٹیوں میں پڑھایا جاتا ہے۔

چاند کے گردش اور اس کے مدارج پر نگاہ رکھنے کے لیے بڑی بڑی رصدگاہیں بنائی گئی ہیں اور فضا میں متعدد سیارچے تیر رہے ہیں، جن سے چاند کی گردش کی مکمل خبر رہتی ہے۔ ان تمام ذرائع سے اب اس بات کا صدفی صد یقینی علم رکھنا بہت آسان ہوگیا ہے کہ چاند کسی شہر میں کتنے بج کر کتنے منٹ پر طلوع ہوگا۔

اب علم کے معاملے میں بڑے اور چھوٹے شہروں کی کوئی تفریق نہیں رہ گئی ہے۔ اس لیے کہ ذرائع مواصلات اتنے تیز ہیں کہ کوئی بھی خبر پل بھر میں ساری دنیا میں پھیل جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دور حاضر کے علماء کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ چاند کے طلوع ہونے یا نہ ہونے کے سلسلے میں علم فلکیات کی خدمت حاصل کی جائے۔ کیونکہ یہ علم صدفی صد صحیح واقفیت فراہم کرسکتا ہے۔ اس طرح سے ہر قسم کے اختلاف سے بچا جاسکتا ہے۔ بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ فلکی اعداد وشمار سے مراد وہ جنتریاں یا کیلنڈر ہیں، جن میں سال بھر کی تاریخ، نمازوں کے اوقات، قمری مہینوں کا اندراج اور نہ جانے کیا کیا ہوتا ہے۔ یہ جنتریاں ہمارے بازاروں میں بھی شرکت سے فروخت ہوتی ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ دن تاریخ اور وقت کے معاملہ میں ان جنتریوں میں بڑا اختلاف ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ جنتریاں جو معلومات فراہم کرتی ہیں ان کی بنیاد ٹھوس علمی اور سائنسی حقائق پر نہیں ہوتی۔ اس لیے ان جنتریوں پر اعتماد کرنا غلط ہے۔ فلکی اعداد وشمار سے مراد وہ ٹھوس علمی اور سائنسی معلومات ہیں جو فلکی رصدگاہیں (دوربین) سیارچے اور علم فلکیات پیش کرتے ہیں۔ اور جن کی بنیاد تجربے اور مشاہدے پر ہوتی ہے اور جن میں غلطی کا احتمال تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔

بعض علماء اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ ہمیں علم فلکیات اور اس کی فراہم کردہ معلومات کے چکر میں نہیں پڑنا چاہیے کیونکہ حضور ﷺ نے ہمیں چاند دیکھ کر روزہ رکھنے اور روزہ ختم کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم چاند دیکھ کر ہی روزہ رکھیں اور عید منائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ علم فلکیات کی فراہم کردہ معلومات کو نظرانداز کردینا اور صرف چاند دیکھنے پر اصرار کرنا صحیح بات نہیں ہے کیوں کہ:

یہ بات خلاف عقل ہوتی کہ حضور ﷺ ایسی قوم کو علم فلکیات کے ذریعہ اور اعداد وشمار کے ذریعہ چاند کی رویئت کا فیصلہ کرنے کا مشورہ دیتے جو اَن پڑھ اور ناخواندہ تھی۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے خود ہی اعتراف کیا کہ ہم تو ناخواندہ امت ہیں، ہمیں لکھنا اور حساب رکھنا کہاں آتا ہے۔ اس ناخواندہ قوم کو حضور ﷺ نے چاند کی رویئت کے لیے ایسے طریقہ کار کا حکم دیا، جو اس کے بس میں تھا اور جو اس قدیم زمانے میں ہر شخص کے لیے آسان ترین طریقہ تھا اور وہ تھا آنکھوں سے چاند دیکھنا۔ اب اگر اس ترقی یافتہ زمانے میں چاند کا پتہ کرنے کے لیے دوسرے یقینی ذرائع میسر ہیں تو ان ذرائع کے استعمال میں کیا قباحت ہوسکتی ہے۔

دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے چاند دیکھنے کے علاوہ "فَاقْدِرُوالَہٗ" کا بھی حکم دیا ہے۔ اس جملہ کا سیدھا سادھا ترجمہ یہ ہے کہ ''چاند کا اندازہ کرلو'' ظاہر ہے کہ علم فلکیات کے اعداد وشمار بھی تو اندازہ کرنے کا ایک یقینی طریقہ ہے۔ حدیث میں چاند دیکھ کر روزہ رکھنے کا حکم ہے لیکن اصل مقصد چاند دیکھنا نہیں ہے بلکہ اصل مقصد صحیح وقت پر روزہ رکھنا ہے۔ اس اصل مقصد کے حصول کے لیے حضور ﷺ نے اس زمانے کے لحاظ سے ایک آسان طریقہ چاند دیکھنا بتایا ہے۔ لیکن اس حدیث میں اس بات کی ممانعت نہیں ہے کہ ہم دوسرے طریقے اختیار نہیں کرسکتے۔

آج کے ترقی یافتہ دور میں اگر اصل مقصد کے حصول کے لیے دوسرے بہتر طریقے میسر ہیں تو انھیں اختیار کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ خاص کر ایسی صورتِ حال میں کہ چاند کا دیکھنا اس دور میں کافی مختلف فیہ مسئلہ بن چکا ہے۔ اس کی وجہ سے بڑے مسائل پیدا ہوگئے ہیں۔ اگر علم فلکیات کے اعداد وشمار کے ذریعے ان مسائل اور اختلاف کو ختم کیا جاسکتا ہے، تو ہمیں چاہیے کہ ہم اس طریقہ کار کو اختیار کریں۔

مختصر یہ کہ میں طویل عرصہ سے اپنے مسلمان بھائیوں سے اپیل کرتا آیا ہوں کہ ہر سال عید اور رمضان کے موقع پر چاند کی وجہ سے ہمارے

درمیان جو شدید اختلافات رونما ہو جاتے ہیں بلکہ بات لڑائی جھگڑے تک پہنچ جاتی ہے، یہ کافی افسوس ناک صورت حال ہے اور اسے ختم ہونا چاہیے۔ اگر ہم دیکھنے کے ساتھ ساتھ علم فلکیات، رصدگاہوں اور سیٹلائٹ وغیرہ کی مدد حاصل کریں تو صد فیصد یقین کے ساتھ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ چاند کس شہر میں کس وقت طلوع ہوگا اور اس طرح اس جھگڑے پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہم غیر مسلموں کے سامنے اپنے اتحاد و اتفاق کا نمونہ بھی پیش کر سکتے ہیں۔

اگر سارے ملک میں ایک ساتھ رمضان اور عید منائیں۔ اگر سارے ملک میں ایک ساتھ رمضان اور عید کرنا ممکن نہ ہو سکے تو کم از کم اتنا ضرور ہونا چاہیے کہ ایک علاقے کی حد تک رمضان اور عید ایک ساتھ ہو۔ کیونکہ یہ صورتحال نہایت تکلیف دہ ہے کہ ایک ہی علاقہ اور شہر میں دو الگ الگ دنوں میں عید کی نماز پڑھی جائے اور دو الگ الگ دنوں میں رمضان کا آغاز ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا دین اسلام اس قسم کے تفرقہ کی بالکل اجازت نہیں دیتا۔

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

فتاوی یوسف القرضاوی

ارکانِ اسلام اور عبادات، جلد:2، صفحہ:85

محدث فتویٰ!

اس حوالے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم جاننا اور اس کے مطابق چلنا اولین فرض ہے،

جب ہم اس مسئلہ کے حل کیلیے شریعت مطہرہ کی طرف نظر کرتے ہیں تو ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واضح ارشادات رہنمائی کرتے دکھائی دیتے ہیں،

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ ,وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ ,فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ

جب تک (رمضان کا) چاند نہ دیکھ لو روزے مت رکھو اور جب تک (شوال کا) چاند نہ دیکھ لو روزے رکھنا مت چھوڑو۔

(بخاری، مسلم، موطا امام مالک)

معلوم ہوا کہ چاند دیکھنے کا حکم خود رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، اگرچہ ہمارے سائنسی شمار و حساب کیسے بھی ہوں تاہم رویت ہلال یعنی چاند دیکھنا رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم اور شریعت کا تقاضا ہے۔

لہذا شارع علیہ السلام کا حکم ہوتے ہوئے ہم کسی ڈبو شبو کی سائنس کی اتباع نہیں کریں گے بلکہ وارثین انبیاء کی اطاعت کرتے ہوئے ہلال رمضان وشوال کی رویت کا اہتمام کریں گے۔

اور عالم اسلام کے عظیم فقیہ امام ابن ہمام رحمہ اللہ اپنی کتاب فتح القدیر میں فرماتے ہیں

رمضان کا چاند دیکھنا واجب علی الکفایہ ہے:

(فتح القدیر جلد 2 صفحہ 318)

نیز شام کے مفتی اعظم مفتی اسعد محمد سعید الصاغرجی رحمہ اللہ اپنی کتاب الفقہ الحنفی وادلتہ جلد دوم صفحہ 373 میں فرماتے ہیں

29 شعبان کو رمضان کا چاند دیکھنا واجب کفایہ ہے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سلف صالحین سے منقول ہے۔۔۔۔۔۔۔ الخ

(الفقہ الحنفی وادلتہ جلد دوم صفحہ 373)

اور صدر الشریعۃ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ اپنی کتاب بہار شریعت میں فتاوی رضویہ کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

پانچ مہینوں کا چاند دیکھنا، واجب کفایہ ہے۔

شعبان ۔رمضان ۔شوال ۔ذیقعدہ ۔ذی الحجہ۔

شعبان کا اس لیے کہ اگر رمضان کا چاند دیکھتے وقت اَبر یا غبار ہو تو یہ تیس پورے کر کے رمضان شروع کریں اور رمضان کا روزہ رکھنے کے لیے اور شوال کا روزہ ختم کرنے کے لیے اور ذیقعدہ کا ذی الحجہ کے لیے اور ذی الحجہ کا بقرعید کے لیے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد10)

چاند اور سیاستدان!

دنیا میں خاص طور پر برصغیر میں عید کے چاند پر کہرام برپا ہوتا رہتا ہے۔ ہندوستان میں بھی ایسے اختلافات سامنے آئے ہیں۔لیکن جتنا پاکستان میں ٹکراو ہوتا ہے اس کی مثال کہیں اورنہیں مل پائے گی۔ایک مذہبی معاملہ میں علما سے زیادہ سیاستدانوں کا دخل ہوگیا ہے۔سرحد پار پاکستان میں سیاستدانوں نے ہمیشہ اس پر تنازعہ میں برتری حاصل کی ہے ماضی میں حکمران چاند کو اپنی مرضی سے طلوع کرنے کی کوشش بھی کرتے رہے میں انکے اس غیر فقہی طرز عمل پر پاکستان کی مذہبی شخصیات علما وقتما ذت جاتے رہے ہیں میں سے درباری ملانوں کو شدید مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑتا رہا ہے۔

اس حوالے سے عید الفطر کے پاند کے حوالے پاکستان میں عید الفطر کی تاریخ میں پہلا اور بڑا واقعہ رونما بھی ہو چکا ہے جب پاکستان کے ایک فوجی حکمراں فیلڈ مارشل ایوب خان نے 1967 میں مولانا مودودی کو سرکاری چاند کے طلوع ہونے کے معاملہ پر مخالفت کے بعد جیل میں ڈال دیا گیا۔جماعت اسلامی کے سابق امیر میاں طفیل محمد ہو مولانا مودودی کے بعد جماعت کے سربراہ بنے اپنے ایک مضمون میں پاکستانی تاریخ کے اپنی نوعیت کے پہلے واقعہ کی روداد لکھتے ہوئے بتاتے ہیں۔

عید الفطر، جمعہ یا جمعرات کو پڑ رہی تھی اور جنرل محمد ایوب خاں صاحب کو ان کے بعض درباریوں نے ڈرا دیا تھا عید جمعہ کے روز ہوئی تو دو خطبے ہوں گے یعنی ایک عید کا اور دوسرا جمعہ کا اور ایک دن میں دو خطبوں کا ہونا پاکستانی حکومت کے لیے منحوس اور خطرہ بھی ہوسکتا ہے۔،اب، چنانچہ جنرل محمد ایوب صاحب نے اپنے خوشامدی علما کے ذریعے چاند بدھ کی شام کو ہی دکھا دیا تا کہ عید جمعرات کو ہی ہو جائے۔مولانا مودودی صاحب اور تین چار اور برائے علمائے کرام نے سرکاری چاند کو ماننے سے انکار کر دیا۔اس پر جنرل محمد ایوب صاحب کی حکومت نے مولانا مودودی صاحب کو گرفتار کر کے راتوں رات لاہور سے لے جا کر بنوںمیں نظر بند کر دیا جہاں انہیں دو ماہ تک رکھا گیا اور اس کے بعد بالآخر رہا کر دیا گیا۔